شیفتہ کا سفر حرمین

(مومن خان مومن کے نام ایک غیر مطبوعہ نادر خط)

ڈاکٹر نثار احمد فاروقی

پروفیسر شعبہ اردو. جامعہ ملیہ دہلی

نواب محمد مصطفیٰ خاں شیفتہ وحسرتی ۱۸۰۶ء (۱۲۲۱ھ) کو دہلی میں پیدا ہوئے ان کے والد عظیم الدولہ سر فراز الملک نواب محمد مرتضیٰ خاں بہادر بنگش تھے۔ فرخ آباد کے نوابان بنگش سے ان کی قرابت تھی۔ شیفتہ کی والدہ اکبری بیگم نواب میرزا اسماعیل بیگ ہمدانی کی دختر تھیں اور احتشام الدولہ محمد بیگ خاں' قاطن ہمدان کی نواسی تھیں۔ شیفتہ کے اجداد میں نواب ولی داد خاں فرخ سیر کے عہد میں بنگشات سے چل کر فرخ آباد میں وارد ہوئے تھے۔ سلطنت دہلی کی کمزوری کے باعث نواب مرتضیٰ خاں نے جسونت راؤ ہلکر کے لشکر میں ملازمت کرلی اور سپاہیوں کی ایک جماعت کے افسر بن گئے۔ جب مرہٹوں کا لارڈ لیک سے مقابلہ ہوا تو نواب مرتضیٰ نے کوشش کر کے مصالحت کرادی۔ اس سے لارڈ لیک بہت خوش ہوا اور ۱۸۰۳ء میں تین لاکھ روپیہ سالانہ محاصل کی جاگیر پرگنہ ہوڈل وپلول (علاقہ گوڑگاوان) انھیں حین حیات عطا کیے۔ ۱۸۱۴ء میں جہانگیر آباد (میرٹھ) کا علاقہ نواب مرتضیٰ خان نے 'اپنے بیٹے نواب مصطفیٰ خاں کے نام سے ایک نیلام میں خریدا۔ نواب مرتضیٰ خان کی وفات کے بعد انگریزی جاگیر تو ہاتھ سے جاتی رہی' لیکن اس کے عوض ۲۰ ہزار روپیہ سالانہ سرکار سے مقرر ہوگیا۔

شیفتہ نے چالیس سال کی عمر کے بعد شاہ عبدالغنی مجددی نقشبندی (۱۲۳۵ھ۔ ۱۲۹۶ھ) سے بیعت کی۔ ۱۲۵۴ھ (۱۸۳۹ء) میں حج بیت اللہ سے شرف اندوز ہوئے۔

اس حج کی روداد انھوں نے ترغیب السالک الی احسن المسالک المعروف بہ "رہ آورد" فارسی زبان میں لکھی، جو ۱۲۸۳ھ (۱۸۶۶ء) میں مطبع مصطفائی دہلی سے شائع ہو چکی ہے" اس کا ایک قلمی نسخہ آزاد لائبریری علی گڑھ کے شیفتہ کلکشن میں بھی محفوظ ہے۔ اس سفر نامہ کا اردو ترجمہ بھی ہو چکا ہے، مگر میں سر دست اس کی نشان دہی سے قاصر ہوں۔ اسی سفر نامے کی تلخیص حضرت مولانا نسیم احمد فریدی امروہوی نے رسالہ الفرقان (لکھنو) میں شائع کرائی تھی.

شیفتہ کا جو خط یہاں پیش کیا جارہا ہے یہ اسی سفر حج کی یادگار ہے۔ یہ خاصا طویل خط ہے اور اس سے ان کے سفر کی روداد معلوم ہوتی ہے، اس میں بعض ایسے امور پر بھی روشنی پڑتی ہے جن کا ذکر "رہ آورد" میں نہیں ہے۔ شیفتہ کے کچھ خطوط "دیوان ور قعات شیفتہ و حسرتی" میں شامل ہیں، لیکن زیر نظر مکتوب غیر مطبوعہ ہے اور پہلی بار پیش کیا جارہا ہے۔ اس کا مآخذ ایک قلمی بیاض ہے جس میں کسی صاحب ذوق نے مختلف حضرات کے خطوط یک جا کیے ہیں، اسی میں غالب کے وہ (۱۲) غیر مطبوعہ خطوط بھی ملتے ہیں جو میں اس سے پہلے 'نقوش' میں طبع کرا چکا ہوں.

مولانا فضل حق خیر آبادی کا ایک فارسی خط جو 'نوائے ادب' بمبئی میں چھپ چکا ہے۔ اسی بیاض سے لیا گیا تھا۔ یہ بیاض اغلاط کتابت واملا سے خالی نہیں، اس لیے کئی جگہ الفاظ پڑھے نہیں جا سکے، یہ راقم الحروف کے ذخیرہ ذاتی سے علاقہ رکھتی ہے.

اس خط سے معلوم ہوتا ہے کہ شیفتہ کا جہاز راستے میں چٹان سے ٹکرا کر تباہ ہو گیا تھا اور انھیں ایک ویران جزیرے میں پناہ لینی پڑی۔ شیفتہ نے اس خط میں تو حوالہ نہیں دیا ہے، مگر دل چسپ بات یہ ہے کہ اسی سفر حج میں مشہور شاعر کرامت علی شہیدی ان کے ردیف تھے۔ اس جزیرے میں قیام کے دوران چنا، چاول اور باجرہ وغیرہ ابال ابال کر سب نے کھایا، صحت تو سب کی متاثر ہوئی، لیکن شہیدی بیمار ہو گئے۔ انھیں اسہال کبدی شروع ہو چکے تھے۔ جدے سے بمشکل تمام مکہ پہنچے اور وہاں سے اونٹ پر سوار ہو کر مدینہ مکرمہ کا ارادہ کیا۔ شیفتہ ان کی تیمارداری کر رہے تھے۔ سفر کی تکان اور جھٹکوں کے باعث شہیدی پر غشی

کے دورے پڑ رہے تھے' جب مدینہ منورہ کا سواد نظر آیا اور گنبد خضرا نمودار ہوا تو شیفتہ نے فرطِ شوق سے پکارا: شہیدی دیکھو وہ گنبد خضرا نظر آرہا ہے!'' شہیدی نے غشی کے عالم میں آنکھیں کھول دیں' حسرت سے روضۂ مبارک کی طرف دیکھا اور روح پرواز کر گئی۔ ان کی یہ پیش گوئی پوری ہو کر رہی:

تمنّا ہے ترے روضے کی دیواروں پہ جا بیٹھے
قفس جس وقت ٹوٹے طائر روح مقید کا

یہ ان کے ایک مشہور نعتیہ قصیدے کا شعر ہے۔ ان کا یہ قصیدہ اتنا مقبول ہوا کہ اس کے جواب میں متعدد شعرا نے قصائد لکھے لیکن وہ بات کہیں پیدا نہ ہو سکی.

شیفتہ کے غالب سے بہت گہرے مراسم تھے۔ وہ فارسی میں غالب اور اردو میں مومن خاں سے مشورہ سخن کرتے تھے۔ نقد شعر کا اعلیٰ مذاق رکھتے تھے۔ علوم رسمیہ سے پوری طرح باخبر تھے۔ حالی نے ان کی صحبت سے استفادے کا اعتراف کیا ہے۔ انھوں نے شعرائے اردو کا ایک تذکرہ گلشن بے خار بھی لکھا' جو اپنی بعض خصوصیات کی بنا پر اردو تذکروں میں وقیع سمجھا جاتا ہے۔ انھوں نے ۱۲۸۶ھ۔ ۱۸۶۹ء میں وفات پائی۔ اولاد میں پہلی بیوی سے دو صاجزادیاں اور تین صاجزادے ہوئے جن میں سب سے بڑے نواب محمد علی خاں رشکی (۱۸۹۹ء۔ ۱۸۴۴ء) تھے اور دوسری زوجہ کے بطن سے نواب نقشبند خاں اور محمد اسحاق خاں نیز دو صاجزادیاں یادگار چھوڑیں۔ نقشبند خاں کا انتقال صبح گلشن کی روایت کے مطابق ۲۵ سال کی عمر میں ۲۸ شوال ۱۲۹۴ھ کو ہوا.

نواب شیفتہ کے سفر حج کا آغاز ۱۷ ذوالحجہ ۱۸۳۹ء/۱۲۵۴ھ کو ہوا۔ ۱۸ ذوالحجہ کو انھوں نے درگاہ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ میں قیام کیا۔ وہاں سے ۱۹ کو گوڑگاواں پہنچے۔ اس کے بعد سفر کا راستہ یوں ہے: پاٹودی (۲۰ ذوالحجہ)' ریواڑی (۲۱ ذوالحجہ)' شاہجہاں پور (۲۲ ذوالحجہ)' بڑوڑ نزد الور (۲۳ ذوالحجہ)' کوٹ پتلی (۲۴ ذوالحجہ)' بھابھرہ (۲۵ ذوالحجہ)' منوہر پور (۲۶)' اچرول (۲۷)' جے پور (۲۸)' جے پور میں چار دن قیام کیا' یہاں سے چوتھی محرم ۱۲۵۵ھ کو روانہ ہوئے اور بگرو پہنچے۔ وہاں سے دوں دوں (۵ محرم)' کشن گڑھ

(۶ محرم) اجمیر (۷)۔ یہاں بھی چار دن قیام کر کے ۱۲ محرم ۱۲۵۵ھ کو چلے اور نصیر آباد آئے، پھر بہناہ (۱۳)، انگوچھ (۱۴)، بھنیرہ (۱۵)، بھیلواڑہ (۱۶)، سوناتواں (۱۷)، چتوڑ (۱۸)، نیمہ، ہیڑہ علاقہ ٹونک (۱۹)، نیچھ (۲۰)، یہاں سات روز قیام کیا اور ۲۷ محرم کو روانہ ہوئے۔ ملھار گڑھ پہنچے، وہاں سے مندسور (۲۸)، کچنار (۲۹)، جاورہ (۳۰) یہاں تین دن ٹھہرے۔ ۳ صفر کو رتلام پہنچے وہاں سے ۵ صفر کو چلے، علاقہ جھابوہ میں آئے پھر راور (۶)، بھگوڑ (۷)، اناس (۸)، دوحد (۹)، جے کوٹ (۱۰)، پانیا (۱۱)، اڑواڑہ (۱۲)، گودرہ (۱۳)، کلول (۱۵)، جرود (۱۶)، بڑودہ (۱۷)، یہاں ایک ہفتہ قیام کیا۔ ۲۶ صفر کو بڑودہ سے روانہ ہوے اور اینٹولہ میں آئے، وہاں سے ٹکاریہ (۲۷)، بڑوچ (۲۸)، اکلیسر (۲۹)، چوکی (یکم ربیع الاول)، سورت (۲) یہاں سے براہ دریا ۲ ربیع الثانی کو بمبئی کے لیے روانہ ہوے۔ پہلے لاج پور میں منزل کی، وہاں سے نوساری (۳)، بلساڑ (۵)، پاڑی (شب پنجم)، دمن خورد (۶)، عمرگانو (۷)، ڈینو (۸)، مرمہ (۹)، دنتو (۱۰)، لبی (۱۱)، گھڑ بندر (۱۳)، ماہم (۱۴)، اسی روز بمبئی میں وارد ہوے۔

یہاں سے جہاز کا سفر شروع ہوا جس کی روداد زیر نظر خط میں لکھی ہے۔ اس خط میں جو تفصیلات ہیں ان میں سے بعض باتیں سفر نامہ میں بھی نہیں ہیں۔ اس لحاظ سے بھی شیفتہ کا یہ مکتوب اہم ہے۔

آخر میں اس فارسی خط کا اردو ترجمہ بھی دیا جارہا ہے۔ ترجمے میں پوری احتیاط نہیں کی گئی ہے۔ مقصد صرف یہ ہے کہ اس خط کے مشمولات غیر فارسی حضرات بھی سمجھ سکیں۔ خط کا اس سے بہتر ترجمہ ممکن ہے۔

رقعہ رقم زدہ نواب مصطفیٰ خاں شیفتہ

(موسومہ حکیم مومن خاں صاحب کہ ازراہ کعبہ نوشتہ بود)

برادروالا قدر، مومن خاں صاحب، سلامت

از بمبئی بیوم رکوب جہاز نامہ نوشتہ شد۔ پانزدہم جہاز بحرکت آمد و بتاریخ پنجم ماہ رمضان در عدن رسیدیم و لنگر کردیم بعد دو روز از عدن روانہ شدیم و بتاریخ دہم (ورق ۸۶ ب) در مخا رسیدیم و سہ روز (در) مخا اقامت کردہ بتاریخ پانزدہم در حدیدہ فائز شدیم۔ دہ دران جا توقف رو داد و بست و ششم از حدیدہ روانہ شدیم۔ مخفی نماند کہ جدہ از حدیدہ، اگر باد بحسب مراد باشد، مسیر خمس یوم است۔ بروز روانگی ہا از حدیدہ باد بر وفق فمیا (کذا) بود۔ می دانستم کہ در پنج روز بجدہ می رسم تا سہ روز راہ رقم (۱۵)، وبحسب حساب معلم جہاز، نماند در وصول جدہ الا دو روز کہ ناگاہ یک نیم پاس از شب رفتہ، جہاز بر کمر کوہ کہ اندرون دریا پنہان بود آمد۔ بر سر کوہ آمدن ہماں بود و شکستن ہمان۔ آب از درون آمدن شروع شد، و ہم موج از بیرون افتادن۔ تلاطم امواج جہاز را بر می داشت، و باز بر می افگند۔ حالے بود کہ شرحش نتوان کرد:

شب تاریک، بیم موج، گردابے چنین حائل
کجا دانند حالِ ما سبکساران ساحلہا

و معہذا ہیچ معلوم نے کہ این کدام مقام است و چہ جاست۔ آیا بر سر ساحل رسید و شکست، یا در میانہ بحر۔ اگر بر سر ساحل شکستہ است، باشد کہ تدبیرے بر آید کہ موجب حفظ مردم از غرق گردد واگر در میانہ بحر است، اِنالله وَ اِنا اِلَیہِ رَاجِعُون۔ بالجملہ بانتظار صبح دم شماری بود کہ اگر تا طلوع سحر جہاز از تفرقہ سلامت ماند پاید (آید) کہ در سر نوشت چہ بودہ است، قیاس باید کرد کہ این شب بچہ درازی سحر شدہ باشد۔ الغرض حفظ حافظ حقیقی جہاز را از ہم ریختن آب دور داشت، ہر چند یک قد آدم آب درون آمد و لیکن سطح محفوظ ماند۔ ازان کہ بالائے کوہ

آب بیش ازین نبود و گرنہ غرق می شد و حوالی جہاز از سہ جانب آب بیرون از حد حساب۔ و یک جانب او بیش از دو سہ قد آدم نبود۔ صبح گاہ روشن شد کہ از ساحل نشانے نیست۔ دلش (کذا) و لیکن بمقدار رسیدن ضرب گلولہ بندوق جزیرہ خشکی کو چکے می نماید' و ہمان جانب آب کمتر است۔ مردم خود را در آب انداختند و باہم بصور تیکہ باشد' بجزیرہ رسیدیم۔ طول و عرض بقدر چہل و پنجاہ بیگہ تخمیناً بنظر آمد' پنجاہ آبے' نہ بزرگ کاہے' نہ درختے کہ از میوہ آن بہرہ توان برداشت و نشجرے کہ از سایہ آن نفع توان گرفت۔ غیر از سنگ و بیخ مرجان مطلقاً چیزے دیگر نبود۔ از سامان و اسباب ہم آنچہ بالاے سطح بود ہر یک در آب انداخت و کذلک از اجناس۔ دو ستار شناسِ ما' ہرچہ رفتنی باشد' در بحر برود' و ہرچہ ماندنی باشد بساحل آید۔ ہمچنان شد' ہر آنچہ رفتنی بود رفت' و ہر آنچہ آمدنی بود آمد۔ اکنون از اندیشہ غرق خاطر فراہم شد۔ اندیشہ رفت کہ طریق خروج ازین گرداب بظاہر مشکل' بل محال۔ آب و دانہ درین جانہ۔ و اہل جہاز زیادہ بر دو صد۔ و پیپہ ہاے آب کہ از جہاز بساحل رسید ہمگی ہشت' و باقی در دریا رفت' و معذلک آب بسیار در جہاز۔ نخود و باجرہ اگرچہ تجار در جہاز بسیار بار کردہ بودند' لیکن آوردن مشکل۔ و بہ تقدیر آوردن ہمہ بے آب بچہ کار آید کہ آب شرط زندگانی افتادہ است' و لیکن چہ توان کرد کہ چون کار از چارہ در گذشتہ باشد و چون ہمہ دل بر مرگ نہادہ بودند عاقبت غیر ازین تدبیرے ندیدند کہ کشتی خوردے کہ در جہاز است آن را بطرفے باید فرستاد کہ اگر زندگی پس ماندگان باقیست' باشد کہ روندگان نیز بسلامت رسند ورنہ ایشان در دریا میرند و ما در خشکی۔ برین قرار داد کشتی از جہاز فرود آمدہ و دو کس از ان خود کہ یکے از آنہا مولوی فضل علی و دومی سعادت خاں سپاہی بود' و سہ کس دیگر دران نشانیدہ' دران بحر بے پایان انداختہ شد و گفتہ اند :

الله یرحمان ویرحمکم و ان غرقتم و ان مساوان صلتم بساحل ارجعتم فالحمد لله علیٰ سلامته (کذا)۔

تا بہ شانزدہ روز از شکستن جہاز کہ چون باز گشت ایشان را امداد تام شدہ کہ غرق سفینہ بگمان بود' ناگاہ دو کشتی خورد نمودار شدند دانستیم کہ رفتگان ما آمدہ اند چون قریب تر رسید معلوم شد کہ کسے از آں مادران کشتی نیست۔ حیرتے عظیم رو آورد۔ بارے تا اہل کشتی

نزول نمودند' واضح گشت کہ آن سفینہ یک ہفتہ در دریا رفت و عاقبت بساحل قنفذہ مجرد ادراک این حال شش کشتی ہمرہ ہمان کردہ روانہ کردہ' کہ این دو ازان جملہ اند' و در سبب نرسیدن باقی سفائن بیان کردند کہ مردمان شما شکستن جہاز در بحر عرب بیان کردہ اند' واہل سفائن در بحر تلاش شمامی کنند و ماراہ غلط کردہ اتفاقا درین جا رسیدہ ایم۔ آن گاہ وضوح رفت کہ در بحر عجم بودہ ایم سبحان اللہ از کجا بکجا افتادہ ایم۔ بالجملہ از دو کشتی چہ می کشود' انتظار گم کردہ راہان ضرورت افتاد' چون تا شش روز ازاں نشانے پیدا نشد' دران دو کشتی مردم دیگر را سوار کردہ روانہ کردند۔ باین نظر کہ ہر قدر مردم درین جا کمتر باشد خوب است ہر کہ رفت بارے نجات یابد۔ باقی ماندگان را ہم کارسازے خواہد کرد' و دراں کشتی ہا رفتن خود ازمین جہت گوارانہ شد کہ اگر می روم دیگران را دل شکستگی می شود و کمال خلاف مروت است کہ مساکین درین جا باشند و من بیرون آیم۔ نظر برین می گفتم کہ اگر یک کس ہم درین جا می ماند آن یک کس من خواہم بود نہ دیگرے۔ ہر چند بعض مردم را در رفتن کشتی ہا ہراس می شد و لیکن:

بحمد اللہ کہ مرا دل ہم چنان بجاے بود و بارے یک ہفتہ از رفتن کشتی دو کشتی دیگر نمودار شدند گمان رفت کہ ہمان گم کردہ راہان اند و لیکن بعد آمدن ہمان مارا معلوم شود کہ آنان نبودہ اند۔ معلوم شد کہ آن ہر چہار کشتی روزے چند در دریا بودہ خرابہ متعلقہ بحر عرب را تلاش کردہ باز بقنفذہ واپس شدند۔ امیر قنفذہ باز در دم بعتاب باز گردانید و یک کشتی دیگر ہمراہ داد و گفت کہ یا از گم شدگان چیزے آرید و یا خود در پس آن ہا مفقود الخبر شوید۔ ہم چنان در بحر عرب می جستیم و نشانے نمی یافتیم کہ تلاطم امواج مارا ازان دور افگند بیخبرانہ می رفتیم کہ ناگاہ از دور جزیرہ نمایان شد آمدیم تا دیدیم ہر آنچہ دیدیم۔ ہر چند این دو کشتی از کشتی ہاے سابق ہم خوردتر و لیکن این بار ہم چنین قرار یافت کہ جملہ کسان سوار شوند و اسباب ہر قدر کہ برداشتہ شود و باقی بگذاریم اما تا دہ روز دیگر انتظار آمدن آن سہ کشتی بردیم و ہم تلاطم امواج شدیدہ و ہبوب ریاح غلیظہ مانع آمد۔ عاقبت بعد دہ روز توکلاً علی اللہ سوار شدیم۔ ہر چند ماجراے کہ در میانہ از جہت شورش امواج رفت مقتضی آن نبود کہ بسلامت بساحل رسیم اما عنایت الٰہی بسلامت بساحل لیس رسانید۔ ہمدرانجا فرود شدیم و شش روز دران جا گذاردہ براہ خشکی در چہار روز

بحرم شریف زاداللہ شرفاً فائز گشتیم۔ الحمد للہ علیٰ ذلک حمداً کثیراً۔ اکنون پیش ازانکہ سخن دیگر گویم بمقتضاے و امابنعمتِ ربکَ فحدِث۔ ذکر نعمت ہائے چند کہ از منعم حقیقی انعام شد بسمع رسانم۔ ہر چند نعم فقو اللہ تعالیٰ شانہ '(کذا) مقدور من نیست کہ در ہر دم ہزاران نعمت ہاے بے پایان شامل این کس بودہ است ولیکن از جملہ نعماے نحمیہ یک دوسہ بر شمارم تافی الجملہ اسال (کذا) او کردہ باشم۔ نخست آن کہ از وقت شکست جہاز تادم بر آمدن از جزیرہ مرا از من گرفتند و دل و زبان مرا جز بشکر و ثناے خود چیزے دیگر نیالودند واز اضطراب بمراحل بعیدہ دور داشتہ۔ ورنہ انسان ضعیف البنیان خاص چون سامد کی (کذا) و ناتوان راکجا طاقت آن بود' دوم جزیرہ شکست ورنہ بر آمدن ہیچ صورتے نمی داشت' سوم در جزیرہ بے آب ودانہ بسلامت داشتند' حکایت آب بگفتہ ایم و تا کجا گویم کہ سخن درازمی شود۔ مختصر این کہ باران فرستادند یک دوسہ روز بآن سیراب نمودند۔ بعد ازان حکمتے در دل انداختند کہ آب دریاے شور را مانند عرق کشیدہ می نوشیدند شیرین می شد۔ چہارم چنان جزیرہ کہ از طریق آمدو شد جہازہا بر کران افتاد چنان بسلامت آوردند کہ از اہل جہاز یک کس ہم تلف نشد' پنجم دران کشتی ہاے صغیر جم غفیر را ازان بحر کبیر بساحل رسانیدند۔ ششم بکعبہ مراد فائز گردانیدند۔ و این اصل نعمت ہاست۔ برادر من از روزے کہ درین جاے محترم رسیدہ ام' فرحتے و سرورے کہ نصیب من است دانم کہ از سلاطین روے زمین کسے را حاصل نخواہد بود' وچگونہ نباشد کہ درین عالم بجنت رسیدہ ام' اکنون حسرتے بر حال نارسیدگان است و بس۔ خصوصاً بر حال شما۔

تجھی کو جو یاں جلوہ فرما نہ دیکھا
برابر ہے دنیا کو دیکھا نہ دیکھا

و ھُوَاللہُ الَّذِیْ لَآ اِلٰہَ اِلَّاھو ہم چنین آنست' و این بیت ہم در حق خاصان و ہم در حق عوام۔ امادر حق عوام مخاطب کعبہ و از لفظ "یہاں" مراد این عالم۔ و در حق خواص پس مخاطب و رب کعبہ و مقصود از لفظ "یہاں" کعبہ معظم۔ ہر چند نگارش این گونہ امور محمول بر فخر وریا می تواند بود' معاذ اللہ من ذلک۔ مگر چوں توی این امور را گنجایش نیست۔ زیادہ تا کجا نویسم' دیہ چاے

نو شکن است بپایانی

والسلام۔ حکایت مولوی فضل علی و سعادت خاں ہم دراز است و دوماغ تر نمی ماند بارے بخیریت بعد روزے چند از رسیدن مادرین جا رسیدند۔

الحمد للّٰہ علی نعمائہ انشاء اللہ و آلا لکالہ (کذا)

محررہ غرہ ذی الحجہ ۱۲۵۵ھ

اردو ترجمہ

برادر والا قدر مومن خاں صاحب' سلامت

بمبئی سے جہاز میں سوار ہونے کے دن خط لکھا تھا۔ ۱۵ کو جہاز چلا اور ہم پانچویں رمضان کو عدن میں پہنچے اور لنگر ڈالا۔ دو دن کے بعد عدن سے روانہ ہوئے اور دسویں تاریخ کو مخا میں آئے' وہاں تین دن ٹھہر کر پندرھویں کو حدیدہ میں نزول کیا' یہاں دس دن قیام رہا' چھبیسویں کو حدیدہ سے چلے۔ واضح رہے کہ اگر ہوا موافق چلتی رہے تو حدیدہ سے جدہ تک پانچ دن کا سفر ہے۔ ہم نے حدیدہ سے روانگی کے دن یہ سمجھا تھا کہ ہوا موافق ہے اور پانچ دن میں جدہ پہنچ جائیں گے۔ تین دن تک چلتے رہے اور معلم جہاز کے اندازے کے مطابق جدہ پہنچنے میں دو دن باقی رہ گئے تھے' اچانک ڈیڑھ پہر رات گئے' جہاز ایک پہاڑ کی چٹان سے ٹکرا گیا جو پانی میں چھپی ہوئی تھی' اس سے ٹکراتے ہی پاش پاش ہو گیا۔ جہاز میں پانی بھرنا شروع ہوا اور باہر سے موجیں آنے لگیں' پانی کا تلاطم کبھی جہاز کو اچھالتا تھا کبھی پٹکتا تھا۔ ایسا حال تھا جس کی شرح نہیں کی جا سکتی۔ (شعر: "اندھیری رات' موجوں کا خوف اور ایسے بھنور کا سامنا۔۔۔۔۔ بھلا ساحل پر آرام کرنے والے' ہماری اس حالت کا کیا اندازہ کر سکتے ہیں"۔ یہ حافظ شیراز کا مشہور شعر ہے۔)

اچھا لطف یہ کہ کسی کو یہ بھی نہیں معلوم کہ یہ جگہ کون سی ہے۔ ساحل پر پہنچ کر ٹوٹا ہے یا بیچ راستے میں چکنا چور ہوا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

بہرحال صبح کے انتظار میں ایک ایک دم گن رہے تھے کہ اگر صبح کے برآمد ہونے

تک جہاز بربادی سے بچ رہا تو معلوم ہوگا کہ قسمت کا بدا کیا ہے۔ قیاس کرنا چاہیئے کہ یہ رات کس جوکھم سے صبح ہوئی ہو گی۔ غرض یہ کہ محافظ حقیقی نے جہاز کو بالکل تباہ ہونے سے محفوظ رکھا۔ ہر چند اندر ایک قد آدم پانی بھر گیا تھا' لیکن سطح بچی رہی کیونکہ پہاڑ کی چوٹی پر اس سے زیادہ پانی نہ تھا' ورنہ جہاز ڈوبے بغیر نہ رہتا۔ مگر جہاز کے اردگرد تین طرف بہت زیادہ پانی تھا اور ایک طرف قد آدم سے زیادہ نہ تھا۔ صبح کو ظاہر ہوا کہ کنارے کا دور دور پتہ نہیں۔ ہاں اتنے فاصلے پر کہ جہاں تک توپ کا گولا جا سکے' ایک چھوٹے سے جزیرے کا سراغ نظر آیا۔ ادھر پانی بھی کم تھا۔ لوگ پانی میں کود پڑے کہ جس طرح بھی بن پڑے جزیرے تک پہنچ جائیں۔ اس کا طول و عرض تقریباً پچاس بیگہ کا نظر آیا' نہ وہاں پانی کا کنواں تھا' نہ برگ و گیاہ۔ نہ کوئی ایسا درخت جس کا میوا کھایا جا سکے' نہ ایسا جھاڑ جس کے سائے میں آرام کیا جا سکے۔ سوائے گھونگھوں اور کنکریوں کے وہاں کچھ نہ تھا۔ سامان و اسباب میں سے جو کچھ تھا وہ ہم نے سطح آب پر پھینک دیا تھا۔ یہ سوچ کر کہ جو کچھ جاتا ہے وہ چلا جائے گا اور جو قسمت میں ہے وہ ساحل سے آ لگے گا۔ ایسا ہی ہوا جو جانا تھا گیا' جو بچنا تھا وہ آ گیا۔ بہر حال اب ڈوبنے کا خطرہ دل سے نکل گیا۔ اب یہ خوف رہا کہ اس جزیرے سے نکلنا بظاہر مشکل' بلکہ محال ہے۔ یہاں کھانے پینے کا سامان تو ہے ہی نہیں۔ اور جہاز والے دو سو سے زیادہ ہیں۔ پانی کے پیپے جو جہاز سے ساحل تک پہنچ سکے تھے صرف آٹھ عدد تھے باقی سمندر میں رہ گئے۔ پھر یہ کہ جہاز میں پانی بھر چکا تھا۔ بیوپاریوں نے ہر چند چنا اور باجرا کافی مقدار میں بھر لیا تھا' لیکن اس کا یہاں تک لانا مشکل تھا اور لے بھی آئیں تو پانی کے بغیر وہ کس کام آئے گا؟ پانی پر تو زندگی کا انحصار ہے' مگر جب معاملہ تدبیر کی حدوں سے نکل جائے تو کیا کریں۔ چونکہ سب لوگ مرنے کے لیے آمادہ تھے' عافیت کے لیے اس کے سوا کوئی چارہ نظر نہ آیا کہ ایک چھوٹی کشتی' جو جہاز میں موجود تھی' کسی طرف بھیجی جائے' اگر ہم لوگوں کی زندگی باقی ہے تو ہو سکتا ہے کہ یہ لوگ سلامتی کے ساتھ واپس آ جائیں ورنہ وہ سمندر میں مر جائیں گے اور ہم یہاں خشکی میں۔ یہ طے کر کے کشتی جہاز سے نکالی گئی اور ہم میں سے دو آدمی' جن میں ایک مولوی فضل علی اور دوسرے سعادت خاں سپاہی تھے اور تین دوسرے اشخاص اس میں سوار ہوئے اور اس ناپید

کنار سمندر میں کشتی چلادی۔

جہاز ٹوٹنے کے سولہ دن کے بعد' جب ان کی واپسی نہ ہوئی تو یقین ہو گیا کہ وہ سب ڈوب گئے۔ ناگاہ دو کشتیاں نمودار ہوئیں' ہم نے سمجھا کہ یہ ہمارے ہی لوگ واپس آئے ہیں۔ جب وہ نزدیک آئے تو پتا چلا کہ ہمارے لوگوں میں سے تو ان میں ایک بھی نہیں۔ بہت حیرانی ہوئی۔ بارے جب کشتی والے ساحل پر اترے تو معلوم ہوا کہ وہ کشتی ایک ہفتے دریا میں پھرتی رہی' اور آخر ساحل قنفذہ پر سلامت پہنچی۔ قنفذہ کے حاکم نے جیسے ہی یہ حال سنا تو ان کے ساتھ چھ کشتیوں کو روانہ کیا' جن میں سے دو یہ ہیں اور باقی کشتیوں کے نہ آنے کا سبب یہ بتایا کہ تمھارے لوگوں نے وہاں بحر عرب میں جہاز کا ٹوٹ جانا بیان کیا تھا۔ چنان چہ وہ کشتی والے اسی سمندر میں کھوج لگا رہے ہوں گے۔ ہم تو اتفاق سے راستہ بھول کر یہاں آگئے ہیں۔ اس وقت یہ معلوم ہوا کہ ہم بحر عجم میں ہیں۔ سبحان اللہ کہاں سے کہاں آپڑے! بہر حال ان دو کشتیوں سے کیا ہو سکتا تھا ان راہ گم کردہ کشتیوں کا انتظار کرنا ضروری ہوا۔ جب چھ دن تک ان کا کوئی نشان نہ ملا تو ان دونوں کشتیوں میں کچھ لوگوں کو سوار کر کے روانہ کیا' اس خیال سے کہ یہاں جتنے بھی کم لوگ رہیں اچھا ہے۔ جو بھی نکل جائے وہ تو نجات پا جائے گا۔ باقی لوگوں کے لیے بھی خدا کوئی سبب پیدا کر دے گا۔ مجھے ان کشتیوں میں جانا اس لیے گوارا نہ ہوا کہ اگر چلا جاؤں تو دوسروں کی دل شکنی ہو گی اور یہ مروت کے خلاف ہے کہ یہ بے چارے یہاں رہ جائیں اور میں نکل بھاگوں' اسی لیے میں نے کہا کہ اگر یہاں ایک آدمی بھی رہے گا تو وہ میں ہوں گا۔ دوسرے ہر چند بعض لوگوں کو کشتی کے جانے سے خوف لگتا تھا لیکن خدا کا شکر ہے کہ میرا دل اسی طرح مطمئن تھا۔ اس کشتی کے روانہ ہونے سے ایک ہفتے کے بعد دو کشتیاں اور نظر آگئیں' خیال ہوا کہ یہ وہی کشتیاں ہیں جو راستہ بھول گئی تھیں' لیکن ان کے نزدیک آنے پر کھلا کہ یہ وہ نہیں ہیں' بلکہ وہ کشتیاں چند دن تک سمندر میں کھوج لگانے کے بعد اور بحر عرب کے علاقے میں تلاش کر کے قنفذہ واپس پہنچ گئیں۔ امیر قنفذہ نے اسی وقت انھیں ڈانٹ کر پھر لوٹا دیا اور ایک کشتی ساتھ کر دی اور کہا کہ یا تو گم شدہ مسافروں کا کوئی سراغ لگاؤ ورنہ ان کی طرح تم بھی گم ہو جاؤ۔ ہم اسی طرح پھر بحر عرب میں

ڈھونڈتے رہے اور کوئی نشان نہ ملا۔ ناگاہ موجوں کے تلاطم نے ہمیں وہاں سے دور پھینک دیا۔ اب ہم بے خبری کے عالم میں چلتے رہے' اچانک دور سے جزیرہ نمودار ہوا۔ ہم یہاں آئے تو ہم نے یہ کچھ دیکھا۔ یہ دونوں کشتیاں اگرچہ پہلی کشتیوں سے بھی چھوٹی تھیں' لیکن اب کی بار یہی طے ہوا کہ سب لوگ سوار ہو جائیں اور جتنا ہو سکے سامان ساتھ لے لیں' باقی چھوڑ دیں' مگر ہم نے مزید دس دن تک ان تین کشتیوں کے آنے کا انتظار کیا' کچھ تیز ہواؤں کا چلنا اور موجوں کا تلاطم بھی مانع سفر ہوا۔ بہر حال دس دن کے بعد اللہ پر بھروسا کر کے روانہ ہوے۔ اگرچہ راستے میں موجوں کی طغیانی سے جو کچھ پیش آیا' اس سے یہ یقین نہ تھا کہ ہم کنارے تک سلامت پہنچ جائیں گے مگر عنایت الٰہی نے ساحل تک پہنچادیا۔ وہاں چھ دن قیام کیا پھر خشکی کے راستے سے چار دن میں حرم شریف پہنچے (اللہ کا لاکھ شکر ہے).

اب اس سے پہلے کہ اور کچھ بیان کروں' اس آیت کے مطابق کہ (اور اللہ کی نعمتوں کا چرچا کیا کرو) چند نعمتوں کا ذکر کرتا ہوں جو اس منعم حقیقی کی طرف سے اس ناچیز کو ملیں۔ ہر چند نعمتوں کا بیان میرے بس کی بات نہیں کیونکہ ہر آن ہزاروں نعمتیں اس وجود پر نازل ہوتی ہیں' لیکن ان میں دو تین کا شمار کرتا ہوں : پہلی یہ کہ جہاز ٹوٹنے کے وقت سے اس وقت تک جب ہم جزیرے سے نکلے' مجھے مرتبہ تسلیم و رضا حاصل رہا کہ زبان سے سوائے شکر اور حمد کے دوسری بات نہیں نکلی اور گھبراہٹ سے تو کوسوں دور رہا۔ ورنہ انسان ضعیف البنیان ہے اسے اتنی تاب کہاں ہوتی ہے۔ دوسرے یہ کہ جہاز جزیرے کے قریب ہی ٹوٹا ورنہ بچنے کی کوئی صورت نہ تھی۔ تیسرے یہ کہ اس جزیرے میں آب و دانہ کے بغیر بھی ہمیں زندہ سلامت رکھا۔ پانی کا قصہ تو میں نے سنایا ہی نہیں' کہاں تک کہوں۔ بات طویل ہو جائے گی۔ مختصر یہ ہے کہ اسی زمانے میں بارش ہو گئی اور اس کے پانی سے ہم دو تین دن تک سیراب ہوے۔ اس کے بعد خدا کی طرف سے یہ حکمت ذہن میں آئی کہ سمندر کے پانی کو عرق کی طرح کشید کر کے پیا جائے اس طرح وہ میٹھا ہو جاتا تھا۔ چوتھے یہ کہ ایک ایسے جزیرے سے' جو جہازوں کی آمدورفت کے راستے سے ہٹا ہوا تھا' ہمیں سلامتی کے ساتھ

چھوٹی چھوٹی کشتیوں میں خوب لد پھند کر لوگ بیٹھے اور ساحل تک پہنچ گئے۔ چھٹے یہ کہ کعبہ مراد کی زیارت نصیب ہو گئی اور یہ ساری نعمتوں سے افضل ہے۔

بھائی' جب سے اس مقام مقدس میں وارد ہوا ہوں جو فرحت و سرور مجھے حاصل ہے وہ روے زمین کے بادشاہوں میں بھی کسی کو نصیب نہ ہو گا اور کیوں نہ ہو میں نے اسی دنیا میں جنت کی زیارت کر لی۔ اب تو صرف ان لوگوں کے حال پر حسرت ہے جو یہاں تک نہ پہنچ سکے خصوصاً تمھارے حال پر :

تجھی کو جو یاں جلوہ فرما نہ دیکھا
برابر ہے دنیا کو دیکھا نہ دیکھا

خدا کی قسم ایسا ہی ہے۔ یہ بیت خواص کے لیے بھی ہے اور عوام کے لیے بھی۔ البتہ عوام کے لیے خطاب کعبہ سے ہو گا اور لفظ 'یہاں' سے مراد یہ دنیا اور خواص کے لیے مخاطب رب کعبہ اور یہاں سے مقصود کعبہ معظم۔ اگرچہ ان باتوں کا لکھنا فخر وریا پر محمول کیا جاسکتا ہے (خدا اس سے محفوظ رکھے) لیکن تمھارے معاملے میں ایسی باتوں کی گنجایش نہیں ہے۔ زیادہ کہاں تک لکھوں اور لکھنے کا موقع بھی کیا ہے' لہٰذا ختم کرتا ہوں۔ والسلام۔ مولوی فضل علی اور سعادت خاں کا قصہ بھی بہت طویل ہے' اب لکھنے کے لیے دماغ وفا نہیں کرتا۔ بہر حال خیریت سے رہے اور ہمارے پہنچنے کے چند روز بعد وہ بھی یہاں آ گئے۔ اللہ کا شکر ہے اس کی نعمتوں پر۔